

تَلْخِصَاتُ سُلْسَلَةِ حَضُورِيَةِ كَمَالِيَةِ

فَهْمِ حُضُورِيَةِ تَلْخِصِ كَلِمَاتِ كَمَالِيَةِ

مؤلف

مولانا عبدالحق المعروف بہ حضوری شاہ ثانی خلف، خلیفہ، جانشین
معلم علم عرفان عارف باللہ حضرت الحاج ڈاکٹر شیخ عبد الرزاق صاحب
المعروف بہ حضوری شاہ قادری، چشتی، نقشبندی، اکبری، اویسی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر: خانقاہ حضوریہ

کتاب:

فہم حضوریہ تلخیص کلمات کمالیہ

مؤلف:

مولانا عبدالحق المعروف بہ حضوری شاہ ثانی

مطبع:

نائس کمپیوٹر اینڈ پرنٹرس

سنّ طباعت:

2024

ناشر:

خانقاہ حضوریہ، اورنگ آباد

..... ملنے کے پتے.....

(1) حضوری شاہ ثانی (خلف، خلیفہ و جانشین حضرت حضوری شاہ صاحبؒ)

خانقاہ حضوریہ، کراڈ پورہ، اورنگ آباد، مہاراشٹر 431001 (9422619191)

(2) الحاج شیخ ریاض المعروف بہ ہارونی شاہ (برادر و خلیفہ حضرت حضوری شاہ صاحبؒ)

حضوری منزل، حشمت رحیم نگر، اورنگ آباد مہاراشٹر (9271033786)

(3) ڈاکٹر عبدالرؤف المعروف بہ جمالی شاہ (برادر و خلیفہ حضرت حضوری شاہ صاحبؒ)

حضوری منزل، کراڈ پورہ، اورنگ آباد، مہاراشٹر 431001 (9271511988)

انتساب

احقر اپنی اس تالیف کو اپنے شیخ عارف باللہ حضرت حضوری شاہ صاحب^۲ اور
جامی دکن حضرت شاہ کمال ثانی^۲ کے نام گرامی سے منسوب کرتا ہے، جن کے
فیضان سے احقر یہ تالیف لکھ پایا۔

فہرست مضامین

- پیش لفظ ۹
- مختصر تعارف مصنفِ کلمات کمالیہ ۱۱
- تقریظ ۱۲
- کلمہ نمبر (۱) ایمان کے معنی اور اسکی تحقیق کے بیان میں ۱۵
- کلمہ نمبر (۲) ایمان شریعی و ایمان حقیقی ۱۶
- کلمہ نمبر (۳) وجود خلق عین و وجود حق ۱۷
- کلمہ نمبر (۴) حقیقت شیئی تعین و وجود است یا وجود متعین ۱۸
- کلمہ نمبر (۵) قدر، سرِ قدر، سرِ سرِ قدر کا بیان ایجازاً و اختصاراً ۱۹
- کلمہ نمبر (۶) لَا يَقُومُ بِذَاتِهِ حَادِثٌ ۲۰
- کلمہ نمبر (۷) معیت حق من حیث الذات ۲۱
- کلمہ نمبر (۸) صفات حق سبحانہ و تعالیٰ کے بیان میں - ۲۱
- کلمہ نمبر (۹) الوہیت و ربوبیت کے درمیان فرق ۲۲
- کلمہ نمبر (۱۰) أَنَا أَقَلُّ مِنْ رَبِّي بِسَنَتَيْنِ (میں میرے رب سے دو سال چھوٹا ہوں) ۲۵
- کلمہ نمبر (۱۱) من از خدا پیش بودم دو سال (میں خدا سے دو سال پہلے ہوں) ۲۵

- کلمہ نمبر (۱۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی شرح میں ۲۶
- کلمہ نمبر (۱۳) سہ فنا ، نہ بطون ، حفظ مراتب ۲۸
- کلمہ نمبر (۱۴) علم حق در علم صوفی گم شود۔ ۲۹
- کلمہ نمبر (۱۵) نزہۃ الاروح کے شعر کا معنی ۳۰
- کلمہ نمبر (۱۶) ہرچہ استاد ازل گفت بگو می گویم ۳۱
- کلمہ نمبر (۱۷) خدا عارف ندارد ۳۲
- کلمہ نمبر (۱۸) لَيْسَ لِصَاحِبِ الْعِلْمِ عِنْدِي سَبِيلٌ إِلَّا بَعْدَ انْكَارِهِ ۳۲
- کلمہ نمبر (۱۹) حضرت عین القضاۃ ہمدانی کے قصیدے کے ایک شعر کا معنی ۳۳
- کلمہ نمبر (۲۰) حقیقت محمدیہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم ۳۳
- کلمہ نمبر (۲۱) خود شناسی وہ رسول شناسی وہ حق شناسی ایجازاً و اختصاراً ۳۴
- کلمہ نمبر (۲۲) اطلاقیۃ جسم و قلب و روح ۳۵
- کلمہ نمبر (۲۳) عبد، رسول اور حق کی معرفت ایجازاً ۳۵
- کلمہ نمبر (۲۴) جمال ہمنشیں در من اثر کرد ۳۷
- کلمہ نمبر (۲۵) مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ ۳۸
- کلمہ نمبر (۲۶) اقسام علم و آداب علم و عالم۔ ۳۸

- ۴۰..... کلمہ نمبر (۲۷) درکشف سر وحدت مطلقہ
- ۴۱..... کلمہ نمبر (۲۸) عینیت و غیریت حق و خلق
- ۴۲..... کلمہ نمبر (۲۹) معیت حق با خلق نہ معیت خلق با حق
- ۴۲..... کلمہ نمبر (۳۰) حق تعالیٰ کا علم علم حضوری ہے۔
- ۴۲..... کلمہ نمبر (۳۱) فقر فنا ز خود و بستی و بقا بحق
- ۴۳..... کلمہ نمبر (۳۲) اقسام مکان و زمان و مرتبہ تشبیہ و تنزیہ
- ۴۴..... کلمہ نمبر (۳۳) معنی خلق را مکان حق و حق را مکان خلق
- ۴۴..... کلمہ نمبر (۳۴) معانی عین واحد و حقیقت ذات
- ۴۴..... کلمہ نمبر (۳۵) عالم خلق و عالم امر
- ۴۵..... کلمہ نمبر (۳۶) نقل از کتاب رشحات
- ۴۶..... کلمہ نمبر (۳۷) مولوی جامی قدس سرہ کی ایک رباعی کی شرح
- ۴۷..... کلمہ نمبر (۳۸) مراتبِ ظہورِ روح
- ۴۸..... کلمہ نمبر (۳۹) بستی کہ مبرہ از حدوث است و قدم
- ۴۹..... کلمہ نمبر (۴۰) اشیاء کے ساتھ سر معیت اور اس کی تمثیل
- ۵۰..... کلمہ نمبر (۴۱) دیدار حق

- کلمہ نمبر (۴۲) اسعاد و اشقاد ہر دو صفت تو اتند ۵۱
- کلمہ نمبر (۴۳) اَلَا يَمَانُ نِصْفُهُ صَبْرٌ وَنِصْفُهُ شُكْرٌ (حدیث)۔ ۵۱
- کلمہ نمبر (۴۴) در بیان سلوک ۵۱
- کلمہ نمبر (۴۵) سلوک سابق کے بیان میں ۵۵
- کلمہ (۴۶) سوال و جواب پر مشتمل ۵۶
- کلمہ نمبر (۴۷) مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَا يَقُولُ اللَّهُ اللَّهُ ۵۶
- کلمہ نمبر (۴۸) فَهُوَ عَيْنُ كُلِّ شَيْءٍ فِي الظُّهُورِ وَمَا هُوَ عَيْنُ الْأَشْيَاءِ فِي ذَوَاتِهَا ۵۷
- کلمہ نمبر (۴۹) بیان وحدت ۵۷
- کلمہ نمبر (۵۰) دقیقہ تجدد امثال کی باریکیوں کا حل بحیثیت رفع مشکلات و اعتراضات ۶۰
- کلمہ نمبر (۵۱) موت و حیات صوری و معنوی ۶۲

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ، وَالصَّلَاۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہِ الْکَرِیْمُ

اللہ تبارک و تعالیٰ کا بہت احسان ہوا کہ اُس نے مجھے اور آپ تمام کو اپنے علم ازلی میں مسلمان جانا اور مزید در مزید یہ احسان ہوا کہ مجھے اور آپ تمام کو اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پیدا فرمایا جس میں پیدا ہونے کے لیے سابقِ انبیاء کرام اللہ رب العزت کے حضور سر بسجود ہوئے، دعائیں کی، اور آیا کہ بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہ کسی کی دعا قبول نہ ہوئی اور آیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے اس دنیا میں تشریف لائیں گے اور اپنی بقیہ زندگی بمطابق شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم گزاریں گے اور مزید در مزید یہ احسان ہوا کہ اس دورِ پُر فتن میں اُس نے میری اور آپ تمام کی نسبت سلسلہ عالیہ قادریہ چشتیہ کمالیہ میں عطا کی اس پر ہم اللہ رب العزت کا جتنا شکر ادا کرے کم ہے۔

آج اس فقیر و عاجز کو تلخیص کلمات کمالیہ اس کتاب کا پیش لفظ لکھنے کا حکم ہوا۔ یہ کتاب اصل میں حضرت شاہ کمالؒ کی شاہکارِ زمانہ تصنیف کلمات کمالیہ کی تلخیص ہے۔ عاجز کے شیخ محترم حضرت قبلہ حضوری شاہ صاحبؒ کے خلف، خلیفہ و جانشین حضرت حضوری شاہ ثانی صاحب نے بڑی انتھک کوشش کے بعد اس کتاب کی تلخیص لکھی ہے، اللہ تبارک و تعالیٰ اُن کے علم و عمل میں ترقی عطا فرمائے، یہ ایک بہت اہم کام ہے جس کی اس دورِ حاضر میں سخت ضرورت تھی کہ مسائل

تصوف جو پیرانِ سلسلہ نے بیان فرمائے ہیں اُس کو آسان زبان میں پھر سے پیش کیا جائے تاکہ کفر والحاد سے بچ کر خالص توحید کو راہِ سلوک کے مسافروں کے سامنے پیش کیا جائے۔

کلماتِ کمالیہ یہ عظیم الشان شاہکار کتاب حضرت شاہ کمال الدین ثانی قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے جس میں آپ نے ایمانِ شریعی و ایمانِ حقیقی، وجود، حقیقتِ شے، قدر، سرِ قدر، سرِ سرِ قدر، معیتِ حق، صفاتِ حق، الوہیت اور رُبوبیت اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کی بے نظیر شرح فرمائی ہے۔ نہ لُطُونِ چشتیہ، حِفْظِ مراتب، حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم، وحدتِ مُطلقہ، علمِ حضوری، فقر، عالمِ خلق و عالمِ امر، مراتبِ ظہورِ روح، دیدارِ حق، سلوک، تجددِ امثال، موت و حیاتِ صوری و معنوی اور دیگر مسائلِ تصوف پر عینِ قرآن و حدیث کے مطابق شرح فرمائی اور دیگر کتب کے اشعار کی وضاحت فرمائی ہے قابلِ دید ہے۔

حضرت شاہ کمال ثانی فرمایا کرتے تھے کہ علم کی دو قسمیں ہیں، علمِ عینِ عمل اور علمِ غیرِ عمل۔ علمِ عینِ عمل یعنی ایسا علم جس کا جاننا ہی عمل ہے، مسائلِ تصوف اسی رُمرے میں آتے ہیں کہ اس کا جاننا اور دل سے ماننا ہی اُس پر عمل ہے یعنی یہ علمِ عینِ عمل ہے۔ اور علمِ غیرِ عمل میں ایسا علم جس پر عمل کرنا ضروری ہے جیسے علمِ فقہ وغیرہ۔

الفقیر الی اللہ

جمالی شاہ

مختصر تعارف مصنف کلمات کمالیہ

شمع خاندان چشت، جامی دکن، حضرت سید کمال الدین ثانی بادشاہ بخاریؒ

اسم مبارک --- حضرت سید کمال الدین ثانی بادشاہ بخاریؒ

تخلص ----- کمالی، کمالا، کمال۔

القابات ---- جامی دکن، شمع خاندان چشت۔

آپؒ حضرت سید جمال الدین بخاریؒ کے تیسرے فرزند اور برادرِ اکبر حضرت شاہ میر اولیاء

اولؒ کے خلیفہ ہے۔

آپؒ کی ولادت ۱۱۳۰ ہجری میں ہوئی۔ والدِ گرامی کا سایہ دورِ شباب سے پہلے اُٹھ گیا۔ آپؒ کی تعلیم و تربیت برادرِ مکرم حضرت شاہ میر اولؒ کی سرپرستی اور نگرانی میں پایہ تکمیل کو پہنچی۔ تزکیہ نفس اور فیضانِ باطن کے جملہ مراحل بھی انھیں کے ظلِ عافیت میں طے ہوئے۔ یہی سبب ہے کہ آپؒ ایک عارفِ کامل، عظیم مصنف اور باکمال شاعر ہونے کے باوجود ہر مقام پر اپنے پیرو مرشد کا ذکر فرماتے ہیں۔

تقلید میں ہے نقصانِ ضرر، شہ میر سے تحقیق کر پھر کہہ کمالابے خطر میں نہیں ہوں حق موجود ہے
شہ میرؒ اگر نہ ہو کمالیؒ کو دستگیر گرداب میں بحرِ شرک سے او پار کیونکر ہو
رہِ نقص معرفت میں پاوے کمال کی کیوں شہ میرؒ سا ہے مرشد عالی جناب یا رب

بہر حال کہ حضرت شاہ میرؒ نے حضرت شاہ کمال ثانیؒ کی ایسی عظیم الشان تربیت فرمائی کہ آپ کا شمار بارہویں صدی ہجری کے اولیائے کاملین، مجددین مبین و اکابرین صوفیاء کے زمرے میں سب سے ممتاز ہے۔ بارہویں صدی ہجری کے پُر آشوب زمانے میں انگریزوں کے فتنے، ظلم و ستم، نجدیت کے باطل اثرات اور جاہل صوفیائے خام کی طرف سے الحاد و بدعت کی حملہ آوری میں آپؒ نے دینِ متین کی خدمت فرمائی۔ یہاں تک کہ سلطنتِ خداداد کے ٹیپو سلطان اور دیگر اُمراء و عوام آپؒ سے بیعت کیے۔ آپؒ کی ذاتِ ساداتِ کرام کی تقدیس و وقار اور صوفیاء کے روشن کردار کی زندہ تصویر تھی۔ آپؒ نہایت ہی منکسر المزاج، شیریں گفتار، توکل پسند، صاف گو، غیر متعصب اور اپنے مسلک کے مکمل حامل تھے، غرض کہ اولیائے متقدمین کے آئینہ دار اور حقیقی وارث تھے۔

آپؒ کی چند مشہور تصانیف میں سے کلماتِ کمالیہ، معراجِ نامہ، کلامِ کمال، کمالِ کلام، اذکار، آداب المریدین، معدنِ محاسن، رحیمہ (بطرزِ کریمہ)، نصاب، دیوانِ مخزنِ العرفان، حسن السؤال و حسن الجواب (فصوص الحکم کی منظوم شرح) ہیں۔

(1) **دیوانِ مخزنِ العرفان:** حضرت شاہ کمال ثانیؒ کا دیوانِ مخزنِ العرفان اہل سلسلہ کمالیہ کے نزدیک قرآن و حدیث کے بعد بڑی اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ قرآن و حدیث کا تمام خلاصہ مخزنِ العرفان میں ہے۔ حضرت سید سلطان محمود اللہ شاہ حسینیؒ نے حضرت مچھلی والے شاہ صاحبؒ کو

بوقت خلافت کوئی کلاہ یا خرقہ مرحمت نہیں فرمایا بلکہ قرآن کریم اور مخزن العرفان کا ایک نسخہ سر پر رکھ کر فرمایا کہ تمہاری آگے کی زندگی اور آخرت کی فلاح کے لیے یہ دو نعمتیں کافی ہیں۔

(2) کلماتِ کمالیہ: مسائل تصوف کے ادق مسائل پر مشتمل کتاب ہے، مسائل تصوف کا

بہترین حل حضرت شاہ کمال ثانیؒ نے اس کتاب میں بڑے آسانی سے بیان فرمایا ہے جو عین کتاب و سنت ہے۔ تزیہہ و تشبیہ، وحدت در کثرت، کثرت در وحدت، جسم مطلق، قلب مطلق، روح مطلق، خود شناسی، حق شناسی، رسول شناسی، راہ سلوک، پانچ راہیں، چار منزلیں، ایک مقام غرض کہ دیگر تمام حقائق کو بہترین پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت شاہ کمال ثانیؒ کا وصال صفر المظفر ۱۲۲۴ ہجری میں ہوا اگر رم کنڈہ، ضلع چنٹوڑ میں آپ کا مزار اقدس موجود ہے۔ گرم کنڈہ (گرم یعنی گھوڑا اور کنڈہ یعنی تالاب، یعنی ایسا تالاب جس کے کنارے گھوڑے چرا اور دوڑا کرتے تھے) میں واقع ہے۔ اپنے دادا پیر اور دادا جان حضرت شاہ کمال اولؒ کے مزار اقدس کے پائیں جانب آپؒ (حضرت شاہ کمال ثانیؒ) کا مزار پر انوار واقع ہے، انتہائی پُر فضا اور انتہائی پُر فیضان مقام ہے۔

تقریظ

تَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

سلوک کے معنی راستہ، طریقہ اور چلنے کے ہے، اللہ تک پہنچنے کے لیے کئی راستے ہیں۔
خاص طور پر دو بیان کیے جاتے ہیں۔

سلوک مقید جس میں ذکر و اذکار، وظائف اور مراقبہ جات کی پابندی کرائی جاتی ہے۔
سلوک مطلق میں اپنی اور شے کی حقیقت سے آگاہ ہو کر اللہ تعالیٰ کی الوہیت کو پیش نظر رکھنا ہے۔

علوم حقائق و دقائق و معارف اور خود شناسی و حق شناسی ان علوم کے بارے میں کہا گیا ہیں
کہ "مغز علوم فقہ و حدیث و کتاب ہے" یہ علم مغز ہے فقہ و حدیث و کتاب کا۔ یعنی دنیا میں جتنے
علوم ہیں ان کا مغز فقہ و حدیث و کتاب ہیں، اور یہ علم فقہ و حدیث و کتاب کا مغز ہے۔

الحمد للہ فہم حضوریہ تلخیص کلمات کمالیہ میں حضرت عبدالحق المعروف بہ حضوری شاہ ثانی
نے انہیں علوم کے مختلف عنوانات کو عام فہم انداز میں قلمبند کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل
میں اضافہ فرمائے اور اس کتاب کو طالبانِ حق و علم کے لیے نفع بخش بنائے۔ آمین

الفقیر الی اللہ

منصوری شاہ

کلمہ نمبر (۱) ایمان کے معنی اور اسکی تحقیق کے بیان

میں

ایمان سے مراد سچائی اور حقیقت ہے۔

کفر جھوٹ سے تعبیر ہے جو بے دلیل ہے اور غیر صحیح ہے۔

﴿الْإِسْلَامُ حَقٌّ وَالْكَفَرُ بَاطِلٌ﴾ یعنی دین اسلام کی بنیاد سچائی پر ہے۔ اور دین

اسلام کا انکار بے بنیاد اور بے دلیل ہے۔

ہے کو ہے کہنا اور نہیں کو نہیں کہنا صدق اور صحیح ہے۔

ہے کو نہیں کہنا اور نہیں کو ہے کہنا باطل اور کذب ہے۔

موجود حقیقی ذاتِ باری تعالیٰ ہے جو خود سے موجود ہے بلکہ اس کی ذات خود وجود ہے۔

ممکن اپنی اصل و حقیقت کے اعتبار سے ذاتاً وجود نہیں رکھتا ہے اس نے ذاتی وجود کی بوتک

نہیں سونگھی ہے جیسا کہ مشہور مقولہ ہے۔ ﴿الْأَعْيَانُ مَا شَبَّتْ رَائِحَةُ الْوُجُودِ﴾ یعنی

اعیان ثابتہ (ممکن) نے وجود کی بوتک نہیں سونگھی۔ یہاں یہ بات واضح رہے کہ ممکن ذاتی وجود

نہیں رکھتا ہے مگر عطائی وجود رکھتا ہے۔ حق تعالیٰ نے اسے وجود پر تو اور امانتاً عطا کیا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہیں کہ ممکن اپنی ذات کے اعتبار سے معدوم ہے اور حق تعالیٰ کے وجود بخشنے

کی وجہ سے موجود ہے۔

اس باب کی غرض یہ ہیکہ مخلوق کو بالذات نیست اور معدوم سمجھنا اور حق کو ہست اور خود سے موجود جاننا صدق ہے، اور درست عقیدہ ہے، اور یہی ایمان کی حقیقت ہے، اہل عرفان و ایقان یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

کلمہ نمبر (۲) ایمان شریعی و ایمان حقیقی

اصحاب شریعت ﴿لَا مَعْبُودَ إِلَّا اللَّهُ﴾ اور ہمہ از اوست اور ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ﴾ کے قائل ہیں۔ ان کے نزدیک عبد اور رب کے درمیان ہر طرح سے علیحدگی اور غیریت ہے۔ اُن کے نزدیک وحدت و عینیت باطل ہے کہ چہ نسبت خاک را با عالم پاک ان کا اعتقاد حق کی وراثت اور تنزیہ پر ہے، حق کی صفت تشبیہ اور خلق کے ساتھ عینیت کی نسبت کے قائل کو یہ لوگ کافر کہتے ہیں، ﴿نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ﴾ کے مصداق ہیں۔ درحقیقت یہ لوگ وجودی عینیت کو جسمی عینیت سمجھنے کی وجہ سے انکار کرتے ہیں۔

ارباب باطن ﴿لَا مَوْجُودَ إِلَّا اللَّهُ﴾ اور ہمہ اوست اور ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا﴾ کے قائل ہیں وہ یوں فرماتے ہیں کہ تشبیہ اور تنزیہ دونوں قرآن سے ثابت ہے نصِ قرآنی ﴿هُوَ الظَّاهِرُ﴾ سے حق کی صفت تشبیہ ثابت ہوتی ہے اس کا انکار صریحاً کفر ہے، آیت ﴿قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ﴾ وحدت مطلقہ کو ثابت کرتی ہے، اس آیت کی وحدت مقیدہ سے تاویل کرنا،

محکمات میں تاویل کرنا ہے جو باطل ہے۔ قاعدہ ہیکہ ﴿الْأَنصُوصُ تُحْمَلُ عَلَى ظَوَاهِرِهَا﴾
یعنی نصوص اپنے ظاہری معنی پر محمول ہو گے۔

ارباب باطن تشبیہ و عینیت کے باوجود تنزیہ و غیریت کے معتقد ہیں۔

ایمان مجازی دو معبودوں کی نفی اور معبود واحد کا اثبات ہے۔

ایمان حقیقی دو وجود کی نفی اور وجود واحد کا اثبات ہے۔

جب تک ایمان مجازی کفر حق اور کفر حق ایمان حقیقی نہ ہو جائے۔ اس وقت تک ایمان مجازی ہی رہتا ہے۔

کفر باطل اپنے میں حق کو چھپانا کفر حق اپنے کو چھپا کر حق کو ظاہر کرنا

الحاصل ایمان شریعی بغیر ایمان حقیقی کے ناقص ایمان ہے، اور حقیقی ایمان بغیر ایمان شریعی کے الحاد محض ہے۔ لہذا پہلا ایمان دوسرے ایمان کے ساتھ اور دوسرا ایمان پہلے ایمان کے ساتھ ایمان کامل ہے۔

کلمہ نمبر (۳) وجود خلق عین وجود حق

تعیین، تقید، تکثر، تعدد، شکل و صورت مقدار اور ہیئت ذوات اشیاء کی نسبت سے حقیقی ہے نہ کہ عارضی۔ حقیقی مطلق وجود کے ساتھ مذکورہ صفات عارضی ہے نہ کہ حقیقی۔

وجود خلق عین وجود حق ہے کیونکہ خلق کا وجود حق کے حقیقی آفتابِ وجود کا پرتو ہے، وجود حق جو ممکنات کی ذاتوں پر چمکا ہے اور تمام ممکنات اسی آفتابِ وجود کی بدولت ظہور پائے ہیں اور خارج میں آئے ہیں۔ جیسا کہ تم کہتے ہو چاند کا عارضی نور آفتاب کے حقیقی نور کا عین ہے۔ اسی طرح یہ کہنا بھی درست ہے کہ حق کا حقیقی وجود خلق کے عارضی وجود کا عین ہے۔ جیسا کہ تم کہتے ہو آفتاب کا حقیقی نور چاند کے عارضی نور کا عین ہے۔

ممکنات بالذات عین حق نہیں ہے کیونکہ ذات باری تعالیٰ ظاہری شدہ چیز کا عین ہے نہ کہ ظاہر شدہ چیز۔ جیسا کہ تم کہتے ہو سورج اور چاند دو الگ الگ شے ہے لیکن ان کا نور ایک ہے۔

کلمہ نمبر (۴) حقیقت شئی تعین وجود است یا وجود متعین

ہر شے کی حقیقت دو جہت رکھتی ہے ایک وہ جو حقیقتِ وجود کے موافق ہے اور دوسری وہ جس کو عدم ذاتی عدم اضافی اور عدم امکانی کہتے ہیں۔

ہر شے کی حقیقت بلحاظ حقیقتِ وجود تعین وجود یا وجود متعین ہوں گی۔

تعین وجود یعنی وجود کے موافق، علا الدولہ سمنانیؒ کے مذہب کے مطابق ہے۔

وجود متعین یعنی عدم اضافی شیخ اکبرؒ کے مطابق ہے۔

ہر شے کی حقیقت تعین وجود یا وجود متعین ہے نہ کہ حقیقتِ حق کیونکہ ذات حق من حیث
 ہو یعنی بالذات لا تعین اور ہستی بحت ہے البتہ اس قدر جان لینا چاہیے کہ وجود متعین اس لا تعین
 ذات کا عین ہے۔

کلمہ نمبر (۵) قدر، سرِ قدر، سرِ سرِ قدر کا بیان ایجازاً و اختصاراً

بندوں کے تمام افعال خواہ شر ہو یا خیر بندوں کے خود کے اختیار اور تقدیر ازلی کے تابع
 ہے۔ (قضا و قدر)

تقدیر ازلی یعنی مقدرِ رحمن تابع ہے علم قدیم یعنی حقائق و اعیان کے (سرِ قدر)
 اور حقائق و اعیان حق تعالیٰ کے شیون ذاتی کے تابع ہے (سرِ سرِ قدر)
 اور شیون وجودِ محض کے تابع ہے اس سے آگے کوئی مرتبہ نہیں۔
 صفات باری تعالیٰ کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) حقیقتِ محضہ یہ وہ صفات ہیں، جن کا غیر سے تعلق نہیں مثلاً حیات، وجوب، قدم، وحدت
 ، انیت، بقا وغیرہ۔

(۲) حقیقتِ اضافیہ یہ وہ صفات ہیں، جن کا غیر سے تعلق ہے مثلاً علم، ارادہ، قدرت، سماعت،
 بصارت، کلام۔

(۳) اضافیہ محضہ یہ وہ صفات ہیں، جن کا خارج میں کوئی وجود نہیں ان کا وجود ثبوتِ عقلی پر موقوف ہے مثلاً معیت، قبلیت، بعدیت، قرب، احاطت اور ان جیسی صفات۔ یہ سب حادث ہیں۔

﴿لَا يَقُومُ بِذَاتِهِ حَادِثٌ﴾ یعنی حادث خود کی ذات سے قائم نہیں۔

صفات حقیقت محضہ کا تعلق غیر سے نہیں وہ ذات حق سے قائم ہیں۔

صفات حقیقت اضافیہ کا تعلق غیر سے ہیں، مگر وہ بھی ذاتِ اقدس سے قائم ہیں۔ ان صفات کا تعلق حادث سے ہونے کے باوجود یہ قدیم ہوں گے کیونکہ ان کو حادث ٹھہرانے کی صورت میں ذات حق کو محلِ حوادث ٹھہرانا لازم آئے گا۔

کلمہ نمبر (۶) لَا يَقُومُ بِذَاتِهِ حَادِثٌ

حق سبحانہ و تعالیٰ کے تمام حقائق، صفات و کمالات ازل سے ثابت ہیں۔ یعنی اس کی ذات کی طرح اس کی صفات بھی قدیم اور باقی ہیں۔ خواہ وہ صفات حقیقت محضہ ہو یا صفات حقیقت اضافیہ جیسے علم وغیرہ یا صفات افعالیہ جیسے خالقیت وغیرہ۔ مزید برآں اعیان ثابتہ اور صور علمییہ بھی قدیم و باقی ہے اعیان ثابتہ عالم مرتبہ غیب میں قدیم ہے اور مرتبہ شہادت میں حادث ہیں۔

قدم کے معنی یہ ہے کہ اس کے وجود سے پہلے عدم نہ ہو۔

حق تعالیٰ کی بقا سے مراد یہ ہے کہ اس کے وجود کے ساتھ عدم ملحق نہیں ہے۔

اعیان ثابتہ کو قدیم اشیائے موجودہ کی نسبت سے کہا گیا ہے کیوں کہ ذات کی قدامت کو نہ صفات پہنچ سکتی نہ معلومات کی قدامت۔

کلمہ نمبر (۷) معیت حق من حیث الذات

علمائے ظاہر معیت، احاطت، قرب، اقربیت، سریان، ظہور اور فیض حق کو باعتبار علم و قدرت ثابت کرتے ہیں اور صوفیاء من حیث الذات ثابت کرتے ہیں۔ علم اور قدرت حق تعالیٰ کی ذاتی صفات ہیں۔ جو کسی حال میں ذات سے جدا نہیں۔ نیز ان کا قیام ذات سے ہیں خود سے نہیں۔ موصوف اور صفت دونوں کا وجود ایک ہے، اس اعتبار سے یہ من حیث الذات معیت کی ہی ایک صورت ہے۔

کلمہ نمبر (۸) صفات حق سبحانہ و تعالیٰ کے بیان میں۔

حق سبحانہ و تعالیٰ ہستی مطلق اور وجود صرف ہے اس کے وجود کے کمالات کو صفات کہا جاتا ہے۔

پہلا کمال یہ ہے کہ وہ کبھی نیست ہونے والا نہیں اس کمال کو حیات اور بقا کہتے ہیں۔

دوسرا کمال یہ ہے کہ وہ خود کو اور تمام کمالات کو نیز ماسوی کو ہمیشہ جانتا ہے اس کمال کو علم

کہتے ہیں۔

تیسرا کمال یہ ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ خود کو اور تمام صفات کمال کو ہمیشہ ظہور میں لائے اس کمال کو صفت ارادت کہتے ہیں۔

چوتھا کمال یہ ہے کہ جو کچھ وہ کرنا چاہتا کرتا ہے اور جو کچھ نہیں کرنا چاہتا نہیں کرتا، اس کمال کو صفت قدرت کہتے ہیں۔

پانچواں کمال یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اور اپنے مظاہر کو ہمیشہ دیکھتا ہے اس کمال کو بصارت کہتے ہیں۔

چھٹا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے مظاہر کو امر سے ظاہر کرتا ہے اس کمال کو کلام کہتے ہیں۔
ساتواں کمال یہ ہے کہ اپنے اور مخلوقات کے کلام کو غیب و شہادت میں ہمیشہ سنتا ہے اس کمال کو سماعت کہتے ہیں۔

اس باب کی غرض یہ ہے کہ مبصرات کو صفتِ بصر اور مسموعات کو صفتِ سمع اور اظہارِ معلوماتِ حق کو صفتِ کلام جانو۔

یہ ساتوں کمال باعتبار وجود عین ہے اور باعتبار تعقل غیر ہے۔

نکتہ: صفات من وجہ عین ذات ہے یعنی باعتبار وجود اور من وجہ غیر ذات ہے یعنی باعتبار عقل۔

ذات و صفات کے درمیان فرق:

- (۱) ذات مقدم، صفات مؤخر۔
 - (۲) ذات قائم بخود، صفات قائم بالذات۔
 - (۳) ذات میں ایکتا پین ہے، صفات میں کثرت۔
 - (۴) ذات کو انیت ہے، صفات کو انیت نہیں ہیں۔
 - (۵) ذات کیساں ظاہر ہے، صفات کبھی ظاہر ہیں کبھی پوشیدہ۔
 - (۶) ذات موجود و جودی ہے، صفات موجود ذہنی۔
 - (۷) ذات کو اجمال و تفصیل نہیں ہے، صفات کو اجمال و تفصیل ہیں۔
- نکتہ:** ان سات فرق کے ساتھ صفات عین ذات ہیں۔

صفات انفعالی یعنی وہ صفات جو اثر پہنچانے والی ہے۔ مثلاً خالقیت، ربوبیت وغیرہ

صفات انفعالی یعنی وہ صفات جو اثر قبول کرنے والی ہے۔ مثلاً مخلوقیت، مربوبیت وغیرہ

کلی اور اجمالی طور پر اسماء انفعالیہ ۲۸ ہیں، صفات انفعالیہ کو اسماء حقائق الہیہ اور صور علمیہ بھی کہتے ہیں۔ صفات انفعالیہ بھی ۲۸ ہیں۔ صفات انفعالیہ کو اسماء حقائق کونیہ اور اعیان ثابتہ بھی کہتے ہیں۔

صفات افعالی: (۱) البدیع (۲) الباعث (۳) الآخر (۴) الباطن (۵) الظاہر (۶) الحکیم (۷) المحيط (۸) الشکور (۹) الغنی (۱۰) المقتدر (۱۱) الرّب (۱۲) العلیم (۱۳) القاہر (۱۴) النور (۱۵) البصور (۱۶) المحصى (۱۷) المتین (۱۸) القابض (۱۹) الحی (۲۰) المحی (۲۱) المبیّت (۲۲) العزیز (۲۳) الرزاق (۲۴) المذل (۲۵) القوی (۲۶) اللطیف (۲۷) الجامع (۲۸) الرّفیع۔

صفات انفعالی: (۱) عقل کل (۲) نفس کل (۳) طبیعت کل (۴) جوہر ہبا (۵) شکل کل (۶) جسم کل (۷) عرش (۸) کرسی (۹) فلک بروج (۱۰) فلک منازل (۱۱) فلک زحل (۱۲) فلک مشتری (۱۳) فلک مریخ (۱۴) فلک شمس (۱۵) فلک زہرہ (۱۶) فلک عطارد (۱۷) فلک قمر (۱۸) کرۂ آتش (۱۹) کرۂ ہوا (۲۰) کرۂ آب (۲۱) کرۂ خاک (۲۲) مرتبہ جماد (۲۳) مرتبہ نبات (۲۴) مرتبہ حیوان (۲۵) مرتبہ ملک (۲۶) مرتبہ جن (۲۷) مرتبہ انسان ناقص (۲۸) مرتبہ انسان کامل۔

کلمہ نمبر (۹) الوہیت و ربوبیت کے درمیان فرق

الوہیت یعنی خدا پین اور ربوبیت یعنی خدائی پین۔

اللہ: قائم بخود، موجود بالذات، متّصف بصفات کمال، منزہ ز صفات نقص وزوال۔

رب: شئی ناقصہ کو علی الترتیب نمود و بود میں لاکر بحسب اقتضاء و قدر مرتبہ کمال تک پہنچانے

والا۔

الوہیت: یہ وہ مرتبہ ہے جو تقاضا کرتا ہے فنائے عالم کا عین بقائے عالم میں اور بقائے عالم کا عین فنائے عالم میں۔

ربوبیت: یہ وہ مرتبہ ہے جو تقاضا کرتا ہے بقائے عالم کا اسماء و صفاتِ حق کے ظہور کے لیے۔

کلمہ نمبر (۱۰) اَنَا اَقْلُ مِنْ رَبِّي بِسَنَتَيْنِ (میں میرے رب سے دو سال چھوٹا ہوں)

﴿اَنَا اَقْلُ مِنْ رَبِّي بِسَنَتَيْنِ﴾ سے مراد وجوبِ وجود (مرتبہ احدیت) و قدم (مرتبہ وحدت) ہیں۔ دو سال بمعنی دو مرتبہ یعنی ذواتِ اشیاء کا تعلق مرتبہ واحدیت سے ہیں۔

کلمہ نمبر (۱۱) مَنْ اَزْ خُدا پِش بُوْدَم دُو سَال (میں خدا سے دو سال پہلے ہوں)

یہاں بھی دو سال سے مراد مرتبہ وحدت اور مرتبہ واحدیت ہیں۔

مذکورہ شعر سے بہلول دانا عینیت استجانی جو کہ الوہیت سے دو مرتبے پہلے یعنی مرتبہ احدیت میں ہے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں کہ میں مرتبہ واحدیت میں معلوم ہوں۔ اور مرتبہ وحدت میں مندرج اور مرتبہ احدیت میں مستجن ہوں۔

نکتہ: واضح رہے کہ یہاں پر پہلے ہونا اور بعد میں ہونا یہ مراتب کے اعتبار سے ہیں نہ کہ زمانے کے اعتبار سے۔

کلمہ نمبر (۱۲) بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی شرح میں

اللہ تعالیٰ موجودات کی ابتداء و انتہاء کا مصدر ہے کیوں کہ تمام موجودات اللہ کے وجود سے اور اللہ کے ساتھ موجود ہے۔ ﴿اِنَّهُ هُوَ الْبَدِیُّ وَ یُعِیْدُ﴾ یعنی وہ بذات خود پیدا کرتا ہے اور اپنی ہی طرف لوٹاتا ہے۔ اجمال سے تفصیل کی طرف لاتا ہے اور تفصیل سے اجمال کی طرف لے جاتا ہے۔

حضرت ابوالفتح محمد حسینی گیسو دراز لفظ اللہ کے دوسرے معنی بیان فرماتے ہیں کہ ﴿اَللّٰهُ عِبَارَةٌ عَنِ الْهُوِّیَةِ﴾ یعنی لفظ اللہ ہویت کا نام ہے اور ہویت ہے پن کو کہتے ہیں۔

اللہ اسم ذاتی ہے نہ کہ اسم صفاتی و اسم افعالی۔ ذات جامع صفات و کمالات ہے اور صفات کبھی ذات سے منفک یعنی جدا نہیں ہوتی، لیکن اسم ذات سے صفات ملحوظ نہیں ہوتی۔

﴿الرَّحْمَنُ وَالرَّحِيمُ مُشْتَقَّانِ مِنَ الرَّحْمَةِ بِمَعْنَى الْجُنُودِ وَالْعُطْفِ﴾

یعنی لفظ رحمن اور رحیم لفظ رحمت سے نکلے ہوئے ہیں، جس کے معنی مائل ہونا، پلٹنا، رجوع کرنے کے ہیں۔ یعنی خدا کی ذات ایصال رحمت (رحمت پہنچانے) اور اتصال رحمت (رحمت سے جوڑنے) کی طرف مائل ہونے والی ہے۔ رحمن میں یہ ایصال رحمت تولی کے ساتھ ہے اور رحیم میں یہ اتصال رحمت تسلی کے ساتھ، رحمن میں تجلیہ کے ساتھ اور رحیم میں تخلیہ کے ساتھ، رحمن میں تخلیہ کے ساتھ اور رحیم میں تدلی کے ساتھ، رحمن میں تشکل کے ساتھ اور رحیم میں تمثیل کے ساتھ، رحمن میں قربت کے ساتھ اور رحیم میں وحدت کے ساتھ، حاصل کلام یہ ہیکہ رحمن میں ایصال رحمت تولی، تجلی، تخلی، تشکل، قربت کے اعتبار سے ہیں اور رحیم میں اتصال رحمت تسلی، تخلی، تدلی، تمثیل، وحدت کے اعتبار سے ہیں۔

تولی یعنی سرپرستی، راہنمائی، مودت، اللہ رب العزّت کی سرپرستی و مودت صفت رحمانیت کے تحت ہے۔ تسلی یعنی اطمینان دلانا، تشفی، دلاسا، اللہ رب العزّت کی تسلی و تشفی صفت رحیمیت کے تحت ہے۔

تجلی یعنی ظاہر ہونا، اللہ رب العزّت کی صفات کا ظہور صفت رحمانیت کے تحت ہے۔ تخلی یعنی خالی کرنا۔ اللہ رب العزّت کا مخلوق کا تخلیہ کرنا (خود سے خالی کرنا) صفت رحیمیت کے تحت ہے۔

تخلّی یعنی آراستہ کرنا۔ اللہ ربّ العزّت کا مخلوق کو اخلاق حمیدہ سے آراستہ و مزین کرنا، صفت رحمانیت کے تحت ہے۔ تدلّی یعنی نزدیک ہونا، اللہ ربّ العزّت کا مخلوق کو اپنی قربت کا علم دینا صفت رحمت کے تحت ہے۔

تشکل یعنی شکل و صورت دینا، اللہ ربّ العزّت کا مخلوق کی شکل و صورت ظاہری بنانا اور مخلوق کو عطا کرنا صفت رحمانیت کے تحت ہے۔ تمثیل یعنی عکس و شکل دینا، اللہ ربّ العزّت کا مخلوق کی شکل و صورت باطنی بنانا اور مخلوق کو عطا کرنا صفت رحمت کے تحت ہے۔

قربت یعنی قریب ہونا، اللہ ربّ العزّت کا مخلوق کو اپنے قریب و اقرب ہونے کا علم دینا صفت رحمانیت کے تحت ہے۔ وحدت یعنی ایک ہونا، اللہ ربّ العزّت کا مخلوق کو مقام فنایت عطا کرنا صفت رحمت کے تحت ہے۔

کلمہ نمبر (۱۳) سہ فنا ، نہ بطون ، حفظ مراتب

خواجہ حافظ شیرازی کے ایک شعر کا معنی:

نہ گویمت کہ ہمہ سال میں پرستی کن

سہ مہ مئے خور نہ ماہ پارسا می باش

میں نہیں کہتا کہ تو سال کے بارہ مہینے پی بلکہ تین ماہ مئے پی۔ اور نو ماہ پارسا بنا رہ۔

شراب خوری سے کنایہ ہے مستی وہ سرشاری کی طرف۔

پار سائی سے کنایہ ہے ہوشیاری و باخبری کی طرف۔
 تین ماہ شراب خوری سے مراد تین فنا ہے فنا فی الشیخ، فنا فی الرسول، فنا فی اللہ۔
 نو ماہ پار سائی سے مراد نوبطون چشتیہ ہے۔

امین وجود، امین شاہد، امین دیک۔

روح مقیم، انا نور، ممکن الوجود۔

روح جاری، من نور، لازم الوجود۔

پار سائے سے مراد محققین کی اصطلاح میں وحدت الوجود کے باوجود حفظ مراتب کو ملحوظ رکھنا ہے۔ سال بھر یعنی عمر بھر صرف فنا یا محویت میں مت رہ بلکہ اولاً پہلے علمی یا حالی فنا حاصل کر، اس کے بعد مرتبہ بقا باللہ و مقام صحو بعد المحو پر فائز ہو جا، اور پوشیدہ اسرار کو جہاں تک ہو سکے حاصل کر اور حفظ مراتب کو ملحوظ رکھ۔

نوٹ: نہ بطون چشتیہ کی تفصیلات تذکرہ حضور یہ میں ملاحظہ فرمائے۔

کلمہ نمبر (۱۴) علم حق در علم صوفی گم شود۔

مولانا رومی کیے مثنوی کے ایک شعر کا معنی:

علم حق در علم صوفی گم شود ایں سخن کئے باور مردم شود

علم حق علم صوفی میں گم ہے یہ بات کسی انسان کو کب سمجھ میں آتی ہے؟

علم حق کا ترکیب اضافی کے لحاظ سے، معنی: حق کا علم مراد علم شریعت ہے۔
 علم حق کا ترکیب توصیفی کے لحاظ سے، معنی: سچا علم مراد علم شریعت ہے۔
 علم صوفی یعنی علم حقیقت۔

علم شریعت میں غیرت، کثرت، ہمہ از اوست ہے اس کا حاصل وحدت مقیدہ ہے۔
 علم حقیقت میں عینیت وحدت ہے اس کا حاصل وحدت مطلقہ ہے۔
 علم شریعت میں فرق کی کیفیت غالب رہتی ہے اور علم حقیقت میں جمع کی اور فرق جمع میں جمع ہو جاتا ہے۔

کلمہ نمبر (۱۵) نزہۃ الارواح کے شعر کا معنی

عشق را بو حنیفہ درس نہ گفت

عشق کا درس امام ابو حنیفہؒ نے نہیں دیا

اس شعر کا مطلب ہے ظاہر نہیں کیا نہ کہ وہ عشق الہی سے خالی تھے حدیث میں وارد ہے۔
 مَنْ عَشَقَّ وَكَتَمَ وَعَفَّ وَمَاتَ فَهُوَ شَهِيدٌ۔ یعنی جو شخص عشق الہی میں مبتلا ہوا اور اس
 نے اسے چھپایا اور درگزاری سے کام لیا اور مر گیا تو وہ شہید ہے۔

شافعیؒ را ازو روایت نیست

اس عشق کے بارے میں امام شافعیؒ کی کوئی روایت نہیں ہے۔

اس شعر کا مطلب ہے کہ امام شافعیؒ نے اس عشق کو ظاہر نہیں کیا کیونکہ جو مخفی ہو اس کا ظاہر کرنا فبیح ہے، البتہ حال و مستی و استغراق کی بات الگ ہے۔

مالکیؒ را درو درایت نیست

امام مالکؒ کو اس عشق میں درایت نہیں (درایت یعنی عقل و سمجھ)

اس شعر کا مطلب ہے کہ امام مالکؒ کا عشق الہی میں غلبہ ان کے عقل پر بڑھا ہوا تھا۔

حنبلؒ از سر عشق بے خبر است

امام احمد بن حنبلؒ عشق کے راستے سے بے خبر تھے۔

اس شعر کا مطلب ہے کہ امام احمدؒ عشق الہی میں مست، خود اور بیگانے سے بے خبر تھے۔

نکتہ: اگر ان اشعار سے مخالف معنی مراد لئے جائے تو مجتہدین کرامؒ کی شان میں گستاخی ہوگی اس طرح کے فاسد خیالات سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔

کلمہ نمبر (۱۶) ہرچہ استاد ازل گفت بگو می گویم

درپس آئینہ طوطی صفتم داشته اند

ہرچہ استاد ازل گفت بگو می گویم

کہ آئینہ کے آگے طوطے کی صفت رکھتا ہوں جو کچھ کہ استاد ازل کہتا ہے کہہ وہی کہتا ہوں۔

اشیاء حق تعالیٰ کے وجود حقیقی سے موجود ہے ذات قدم کے پر تو سے ذات عدم موجود ہے یہی اس شعر کا مطلب ہے۔

کلمہ نمبر (۱۷) خدا عارف ندارد

خوش گفت در بیابان رندی دبان دریدہ

عارف خدا ندارد کو نیست آفریدہ

بیابان میں بے دھڑک بولنے والے ایک رند نے خوب کہا کہ خدا کے معرفت کا حامل کوئی نہیں کیونکہ کوئی اُس کی طرح خود سے آفریدہ یعنی قائم نہیں ہے۔

اشکال: عارفان خدا تو بے شمار ہے پھر یہ شعر تو باطل ہے؟

جواب: عارفان خدا عَرَفْتُ رَبِّي بِرَبِّي کے مصداق ہیں۔ یعنی خدا کو خدا سے پہچانتے ہیں نہ کہ خود سے، جو یہ اشکال پیدا ہو۔

کلمہ نمبر (۱۸) لَيْسَ لِصَاحِبِ الْعِلْمِ عِنْدِي سَبِيلٌ إِلَّا بَعْدَ انْكَارِهِ

فِي الْغَوْثِيَّةِ: قَالَ لِي يَا غَوْثُ الْأَعْظَمُ لَيْسَ لِصَاحِبِ الْعِلْمِ عِنْدِي سَبِيلٌ إِلَّا بَعْدَ انْكَارِهِ

رسالہ غوثیہ میں لکھا ہے کہ اللہ نے غوثِ اعظمؒ پر الہام کیا کہ اے غوث! صاحب علم کے لیے میری طرف کوئی راہ نہیں مگر اس کے انکار کے بعد۔ یہاں علم سے مراد وہ علم ہے جس کی نسبت خود کی طرف کی جائے وہ علم مراد نہیں ہے، جس کی نسبت حق کی طرف کی جائے۔

کلمہ نمبر (۱۹) حضرت عین القضاۃ ہمدانی کے قصیدے کے ایک شعر کا معنی

در شریعت ہر آنچہ ہست حلال در طریقت ہماں بود مردار

شریعت میں جو چیز حلال ہے، طریقت میں وہ مردار ہے۔

اس شعر سے شریعت کی تمام چیزیں مراد نہیں ہیں بلکہ وہ اعمال مراد ہے جن کو بندہ شریعت سمجھتے ہوئے کرتا ہے اور اس سے مقصود ریاکاری اور لذت نفس ہوتا ہے۔ لہذا ایسے اعمال شریعت کے اعتبار سے تو حلال ہے کہ فرض ذمہ سے ادا ہو گیا، مگر طریقت کے اعتبار سے ایسے اعمال مردہ ہے۔

کلمہ نمبر (۲۰) حقیقت محمدیہ ﷺ

حقیقت محمدیہ ﷺ کے دو معنی ہیں ایک عالم غیب میں۔ حقیقت محمدی ﷺ جو کہ تعین اول کے ساتھ ذات کی صورتِ معلومیت ہے جس کو انا بھی کہا جاتا ہے اس کے بہت سارے نام ہیں مثلاً وحدت، تجلی اول، برزخ کبریٰ، قاب قوسین، نہاں خانہ وغیرہ

دوسرا معنی عالم شہادت میں جو کہ خارج میں صورت موجودات کی ہے اس کے بھی بہت سے نام ہیں جیسے عقل کل، قلم اعلیٰ، مخلوق مطلق اور اس مرتبے کو نور محمدی ﷺ بھی کہتے ہیں۔ بعض اکابر نے جو حقیقت محمدی ﷺ کو حادث اور مخلوق کہا ہے وہ دوسرے معنی کے اعتبار سے ہے اور محققین نے اس میں تین مراتب ثابت کیے ہیں جسم، قلب، روح۔

کلمہ نمبر (۲۱) خود شناسی وہ رسول شناسی وہ حق شناسی ایجازاً و اختصاراً

واجب الوجود: وہ ہے جو تصرف اور صفات و افعال کے ظہور کے لئے روح انسانی اور جسم عنصری کو ضروری ہے۔

ممکن الوجود: وہ ہے جو واجب کے اعضاء میں ہے اگر واجب کے اعضاء میں نہ ہو تو واجب کے اعضاء کو حس و حرکت نہیں ہوگی یعنی بدن عنصری نابود ہو جائیگا ممکن کو جسم لطیف اور روح حیوانی اور قلب مقیّد اور مثال و خیال بولتے ہیں۔

ممتنع الوجود: وہ ہے جو جسم کہ شکل و صورت نہیں رکھتا ہے، یہ روح کا وجود ہے اس وجود کو روح مقیّد اور لطیفہ انسانیہ اور نفس ناطقہ اور ظلمات بولتے ہیں۔

عارف الوجود: وہ ہے جو چشم یک چونی اور چگونگی سے منزہ ہو کر واجب کو اور ممکن کو اور ممتنع کو تفصیل سے جاننے والا ہے اسکو نور اور دانش اور نفس مطلق اور روح انسانی بولتے ہیں۔

شاہد الوجود: وہ ہے کہ جو جسم یک چونی اور چگونگی سے منزہ ہو کر واجب میں اور ممکن میں اور متمنع میں اور عارف میں تمیز رکھ کر ہر ایک کے حال پر اسکے مرتبہ کے موافق گواہی دے رہا ہو اس کو قلب اعلیٰ اور نور محمدی بولتے ہیں۔

واحد الوجود: وہ ہے جو ایک نور لطیف ہے اور جانتا ہے کہ واجب اور متمنع اور ممکن اور عارف اور شاہد میرے مظاہر ہے یعنی انانیت عبد کا مضحل ہونا ہے تجلی ظہور نور کے نزدیک (وقت)۔

کلمہ نمبر (۲۲) اطلاقیت جسم و قلب و روح

جسم پر تو ہے واحدیت کا۔

قلب پر تو ہے وحدت کا۔

روح پر تو ہے احدیت کی۔

لہذا اگر کوئی مرید صادق تعلیم شیخ کو پیش نظر رکھے تو وہ اس جسم مقتید کو جو کہ پر تو ہے واحدیت کا واحدیت میں فنا کر کے جسم مطلق بنا سکتا ہے۔ اسی طرح قلب اور روح کا بھی طریقہ ہے۔

کلمہ نمبر (۲۳) عبد، رسول اور حق کی معرفت ایجازاً

آنحضرت ﷺ کے اجمال و کلیت و مظہریت و اصلیت کے اعتبار سے تین مراتب ہیں روح مطلق (احدیت، روح اعظم، عقل کل) قلب مطلق (نفس کل، وحدت) جسم مطلق (واحدیت

جسم کل) جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ تین مطلق مراتب ہے اسی طرح تین مقیّد مراتب بھی ہے۔

جسم مقیّد وہ مرتبہ ہے جو کہ بواسطہ حضرت عبداللہؓ و آمنہؓ مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے اور بعد وفات مدینہ منورہ میں مدفون ہے۔ جسم مطلق کا مظہر اور پر تو ہے۔

قلب مقیّد جو کہ مذکورہ جسم میں دخول و سریان و حرکت و جریان رکھتا ہے قلب مطلق کا مظہر اور پر تو ہے۔

روح مقیّد جو کہ متعلق و مدبر اور متصرف و محرک و مسکن وہ متجلی و ظاہر ہے مذکورہ قلب کے واسطے سے روح مطلق کا مظہر اور پر تو ہے۔

روح مطلق یہ مظہر اور اصل ہے اور تمام عالم ارواح اس کے مظاہر خارجی و ظلال ہے۔

دل مطلق مظہر و اصل ہے اور تمام عالم امثال و قلوب اس کے مظاہر خارجی و ظلال ہے۔

جسم مطلق مظہر و اصل اور تمام عالم اجسام اس کے مظاہر خارجی و ظلال ہے۔

روح مطلق کو احدیت، دل مطلق کو وحدت، جسم مطلق کو واحدیت کہتے ہیں تینوں مطلق مراتب کا تعلق مراتب داخلی سے، اور مقیّد مراتب کا تعلق مراتب خارجی سے ہیں۔ دونوں میں فوقیت اور تحتیت رہتی ہے اس لیے اس کو مقیّد اور مطلق کہتے ہیں۔

کلمہ نمبر (۲۴) جمال ہمنشیں در من اثر کرد

گل خوشبو در حمام روزے رسید از دست مخلومی بدستم

ایک دن حمام میں خوشبودار مٹی ایک مخدوم کے ہاتھ سے مجھے ملی۔

بدو گفتم کے مشکى يا عبيرى کہ از بوئے دلاویز تو مستم

میں نے اس مٹی سے کہا تو مشک ہے یا عبیر کہ میں تیری خوشبو سے مست ہوں۔

بگفتا من گل ناچیز بودم ولیکن مدتے با گل نشستم

اس نے جواب دیا کہ میں تو ناچیز مٹی ہوں لیکن ایک مدت تک پھول کی ہم نشین رہی ہو۔

کمال ہمنشیں در من اثر کرد و گر نہ من ہماں خاکم کہ بستم

میرے ہم نشین کے جمال نے مجھ میں اثر کیا ورنہ میں وہی حقیر مٹی ہوں جو پہلے تھی۔

گل خوشبو یعنی خوشبودار مٹی مراد اس سے قال صحیح ہے۔

حمام سے مراد جہاں مرشد اپنے مرید پر توجہ کرے۔

روزے یعنی ایک دن جب شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کیا اور طریقت میں داخل ہوا اور ان

کی تعلیم و تلقین کا قائل ہوا۔

مخدوم کے ہاتھوں یعنی پیر کامل کے قول اور فعل سے۔

میں نے اس مٹی سے کہا کہ تم مشک ہے یا عبیر ہے کہ میں تیری دلاویز خوشبو سے مست ہوں یعنی تو ہے کیا کہ جو چیز مجھے ریاضت و مجاہدے کسب و عمل سے حاصل نہیں ہوئی محض تیرے پانے سے حاصل ہو رہی ہے یعنی حال صحیح حاصل ہو رہا ہے۔

اس نے جواب دیا کہ میں تو ناجیز مٹی ہوں مگر محبوب کے حال نے مجھے ایسا بنا دیا یعنی قال کہتا ہے کہ میں تو محض الفاظ ہوں مگر پیر کامل کے حال نے مجھے تجھ پر حال طاری کرنے والا بنا دیا۔
کلمہ نمبر (۲۵) مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ

حق تعالیٰ کا قول ہیکہ ﴿مَا أَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنْ اللَّهِ وَمَا أَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَفْسِكَ﴾

یعنی جو کچھ بھلائی تجھے پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے، اور جو کچھ شر تجھے پہنچے وہ تیرے نفس کی وجہ سے ہے۔

اس ایت کریمہ میں حسنہ سے مراد وجود اور توابع وجود یعنی حیات علم ارادہ قدرت وغیرہ ہے، اور سیئہ سے مراد عدم اور اس کے توابعات یعنی جہل، فنا، اضطراب، عجز ہے۔

کلمہ نمبر (۲۶) اقسام علم و آداب علم و عالم۔

علم کی دو قسمیں ہیں علم عین عمل علم غیر عمل۔

علم عین عمل یعنی وہ علم جس کا جاننا ہی عمل ہے جیسے اعتقادات کا علم، یہ اصل ہے۔

علم غیر عمل یعنی وہ علم جس کو جاننے کے بعد اس پر عمل بھی کیا جائے جیسے عبادات کا علم، یعنی نماز کے احکام وغیرہ، یہ علم فرع ہے۔ (یہ علم ظاہر کے اعتبار سے ہے)

علم باطن کے اعتبار سے علم عین عمل جیسے علم وحدت الوجود، قلب حقائق کے بغیر تجرد امثال کا علم، وحدت فی الکثرت اور کثرت فی الواحدت کا علم، عبد اور رب میں عینیت حقیقی اور غیریت حقیقی کا علم، معیت ذاتیہ احاطت، اقربیت، قرب، سریان، تنزیہ و تشبیہ، کل شیء فی کل شیء کا علم، ہر شیء مظہر اتم، کل شیء مطلق کا علم اور ان جیسے تمام دقائق و حقائق کا علم، یہ علم عین عمل ہے، یہ علم اصل ہونے کی وجہ سے افضل و اکمل و اتم ہے، کیونکہ اس سے عبادت مطلق و ذکر مطلق و قرب مطلق و رویت مطلق و فنا مطلق و بقائے مطلق کا حصول ہوتا ہے، اور یہ علم توحید و جود کی علمی کہلاتا ہے یہ علم جامع الاضداد مرشد کامل کی زبان سے قال صحیح کے سننے سے حاصل ہوتا ہے نہ کہ سخت مجاہدات و بامشقت ریاضیات سے۔

علم باطن کے اعتبار سے علم غیر عمل جیسے اذکار و اشغال و مقید مراقبہ جات جن سے مقید فناء و بقاء حاصل ہوتی ہے، اور یہ توحید شہودی ہے۔

حدیث مبارکہ ہے عبادت کی فضیلت سے بہتر ہے علم کی فضیلت۔

دوسری حدیث مبارکہ ہے کہ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم پر۔

حدیث مبارکہ: علم کے ساتھ عمل قلیل بھی کثیر ہے اور جہالت کے ساتھ عمل کثیر بھی قلیل۔

حدیث مبارکہ: ایک فقیہ عالم شیطان پر ہزار عابد سے زیادہ بھاری ہے۔

حدیث مبارکہ: علم ایک لطیف شے ہے جو لطیف بندے کے سوا کسی دوسرے کو عطا نہیں کی جاتی ہے۔

نکتہ: یہ احادیث عربی الفاظ اور حوالوں کے ساتھ ”کلمات کمالیہ“ میں موجود ہیں۔

کلمہ نمبر (۲۷) در کشف سرّ وحدت مطلقہ

ذات کی دو قسمیں ہیں ذات قدم ذات عدم۔

ذاتِ قدم کی تعریف: قائم بخود متّصف بصفات کمال و منزہ زِ صفات نقص و زوال، خود بے حاجت اپنے غیر کا حاجت روا۔

ذاتِ عدم کی تعریف: محتاج وجود، عاری زِ صفات کمال و مملوبہ صفات نقص و زوال۔

عدم کی دو قسمیں ہیں عدم محض، عدم اضافی۔

عدم محض: مسلوب الوجود و مسلوب الثبوت وہ ہے جس کا ثبوت علم الہی میں نہ ہو اور نہ کبھی خارج میں پایا جائے جیسے شریکِ باری تعالیٰ۔

عدم اضافی: ثابت الذات مسلوب الوجود، یعنی وہ جس کا ثبوت علم الہی میں ہو اور خارج میں وجود نہ ہو جیسے نقاش کے ذہن میں نقوش، کاتب کے ذہن میں حروف، اس کا تعلق معلومات الہیہ سے ہے۔

معدوم اضافی: وجود اور کمالات وجود کو قبول کرنے کی صلاحیت رکھنے والا اور اس کو استعمال کرنے کا اختیار رکھنے والا اپنی اقتضاء اور استعداد کے مطابق۔

معلوم کا علم میں ظہور، فیض اقدس کہلاتا ہے اور خارج میں حق کے وجود حقیقی سے موجود ہونا فیض مقدس کہلاتا ہے۔

وجود خاص حقیقی حق تمام مراتب سے بلند و بالا ہے اور اس کی شان تنزیہ ہے وجود اضافی خلق اس کی نعت عموم و شمول و معیت احاطت و سریان و تجلی و تلبس و تمثیل و تشکل و تشبیہ ہے۔ اور حقیقت میں یہ عین وجود خاص ہے کیونکہ یہ حق تعالیٰ کے وجود خاص کا پر تو ہے۔

کلمہ نمبر (۲۸) عینیت و غیریت حق و خلق

عینیت ایک پن کو کہتے ہیں جو وجود کا اعتبار ہے۔

غیریت دو پن کو کہتے ہیں۔ جو معلوم حق اور خلق کا اعتبار ہے، جس کا تعلق تعینات سے ہے۔

عینیت با اعتبار وجود ظہوراً، غیریت باعتبار ذات و اعتناء۔

کلمہ نمبر (۲۹) معیت حق با خلق نہ معیت خلق با حق

كَانَ اللَّهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهُ شَيْءٌ يَعْنِي اللَّهُ تَہا اور اس کے ساتھ کوئی شے نہ تھی۔

اللہ کے ساتھ کوئی شے نہ تھی اور نہ ہے، کیوں کہ اَلْاُنْ کَمَا کَانَ یعنی اللہ جیسا تھا ویسا ہی ہے، مگر اللہ باعتبار وجود تمام معلومات کے ساتھ ہے۔

کلمہ نمبر (۳۰) حق تعالیٰ کا علم علم حضوری ہے۔

حق تعالیٰ کا علم ذاتی اور حضوری ہے، اور ہمارا علم حصولی اور اکتسابی ہے۔

علم وحدت اور واحدیت میں جو تقدم و تاخر ہے یہ رتبہ ہے نہ کہ زمانی۔

کلمہ نمبر (۳۱) فقر فنا خود و ہستی و بقا بحق

آں را کہ فنا شیوہ و فقر آئین است نے کشف و یقین معرفت نے دین
است

رفت او زمیان ہمی خدا ماند خدا اَلْفَقْرُ إِذَا تَمَّ هُوَ اللَّهُ بَیْنَسْتَ

وہ لوگ جن کا شیوہ فنا، جن کا آئین فقر ہو ان کا نہ کشف ہے، نہ یقین، نہ معرفت ہے، نہ

دین، درمیان سے جب میں گزر گیا تو خدا ہی خدا رہ گیا، جب فقر مرتبہ تامہ کو پہنچا تو یہی ہونیت

ہے۔

اس شعر سے مراد یہ ہے کہ سالک جب مرتبہ فنایت میں خود کو گم کر کے اس بے خبری سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے۔ اس وقت تو صرف ہست محض رہتا ہے۔ جیسے ایک شخص آئینے میں دیکھ رہا ہو اور دیکھتے ہی دیکھتے آئینہ درمیان میں سے ہٹ جاتا ہے اور وہ آئینہ سے بے خبر ہو جاتا ہے۔

کلمہ نمبر (۳۲) اقسام مکان و زمان و مرتبہ تشبیہ و تنزیہ

مکان کی دو قسمیں ہیں ایک وہ جس میں قرب و بُعد، اتصال و انفصال، جہت و مسافت، خروج و دخول، نزول و حلول وغیرہ ممکن ہے۔

دوسرا مکان رتبی ہے جس میں مذکورہ اوصاف کا پایا جانا ممکن نہیں کیونکہ وہ ان سے منزہ ہے۔ لیکن اس میں فوقیت و تحتیت رتبی جائز ہے۔

اسی طرح زمانے کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ جس میں تقدّم و تاخّر، ماضی و مضارع، حال، روز، ماہ، سال سب ایک دوسرے کے غیر ہیں۔

دوسرا زمانہ وہ ہے جس میں اولیت عین آخریت، قبلیت عین بعدیت، اولیت، آخریت، قبلیت، بعدیت مراتب کے اعتبار سے ہے۔

حق تعالیٰ کا اپنے وجود کے پر تو سے مخلوق کو نمود بخشنا مرتبہ تشبیہ ہے، اور پھر مخلوق کے لوازمات سے پاک رہنا یہ مرتبہ تنزیہ ہے۔

کلمہ نمبر (۳۳) معنی خلق را مکان حق و حق را مکان خلق

خلق کو مکانِ حق اور حق کو مکانِ خلق کہنا باعتبار اصطلاح کے ہے نہ کہ لغت کے اعتبار سے

خلق مکانِ حق ہے اس اعتبار سے کہ وہ حق کے ظہور کی جگہ اور جلوہ نمائی کا محل ہے بلا ظرف و مظروف بے حلول و تجزی وہ اتحاد۔

حق مکانِ خلق ہے اس اعتبار سے کہ خلق معلوم ہے، اور اس کا محل علمِ حق ہے۔

کلمہ نمبر (۳۴) معانی عینِ واحد و حقیقتِ ذات

عینِ واحد سے مراد صوفیہ کی اصطلاح میں وجود ہے، اور حقیقت کی دو قسمیں ہیں۔

حقیقتِ حق جو کہ ہستی ہے، اور حقیقتِ عبد جو کہ نیستی ہے۔

نیز ذات کہتے ہیں مرجع اسماء و صفات کو۔

لہذا ذات کی بھی دو قسمیں ہوئی ایک وہ جس کی طرف اسماء و صفاتِ کمال لوٹے، دوسری وہ

جس کی طرف اسماء و صفاتِ نقص و زوال لوٹے۔ پہلی تعریف ذاتِ حق کی ہے، اور دوسری ذات

خلق کی ہے۔

کلمہ نمبر (۳۵) عالمِ خلق و عالمِ امر

عالم کی اجمالاً دو قسمیں ہیں۔ عالمِ خلق اور عالمِ امر۔ ﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾

عالم خلق: جس کو شکل و صورت، رنگ، وزن، اندازہ، مدت، کون و فساد ہو اور حواسِ خمسہ ظاہری سے پایا جائے، اور جہاتِ ستہ میں مقید ہو۔

عالم امر: جس میں نہ شکل و صورت ہو، نہ رنگ، وزن، لیکن جس کی واقعیت ثابت ہو جیسے نور، عقل، عشق۔

نکتہ: روح انسانی نہ داخل بدن ہے، نہ خارج بدن، نہ متصل، نہ منفصل، نہ قریب، نہ بعید، اسکا ٹکنا کوزے سے پانی کے نکلنے کی طرح ہے۔ روح اوصافِ جسم سے منزہ ہونے کے باوجود تمام ذراتِ بدن سے بے کیف معیت و احاطت رکھتی ہے۔ ذراتِ بدن میں سے کوئی ذرہ اس کے تدبر و تصرف سے خالی نہیں۔ اس معیت کے سمجھنے پر معیتِ الہی کا سمجھنا موقوف ہے۔ روح مکانِ جبروت میں ہونے کی وجہ سے اس کے احکام کی پابند ہیں نہ کہ ناسوت کے۔

کلمہ نمبر (۳۶) نقل از کتابِ رشحات

عدم اضافی کا وجود اس کا نہیں بلکہ اس کو اضافت اور امانت دیا گیا ہے۔ عدم اضافی یعنی ممکن الوجود جو کہ واجب الوجود سے قائم ہے۔

انبیاء و اولیاء وہ حکماء نے اس معیت اور حقیقت کو افراد اور انسان کی استعداد و قابلیت کے مطابق بتایا ہیں۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ توحید وجود اور اشیاء کے ساتھ اس کی نسبت و معیت کے

عنوان پر حضرت شیخ محی الدین ابن العربی نے غلو کیا ہے، مگر حقیقت وہی ہے جو حضرت نے بیان فرمائی ہے۔

کلمہ نمبر (۳۷) مولوی جامی قدس سرہ کی ایک رباعی کی شرح

رسائل لوائح میں آپ فرماتے ہیں۔

ای ائینہ را دادا جلا صورت تو یک ائینہ کس نہ دید بے صورت تو
اس آئینے کو روشن کون کیا تیری صورت نے کیا، کسی نے کسی آئینے کو بغیر تیری صورت کے نہ
دیکھا۔

صورت سے مراد صفات ہے۔ آئینے سے مراد عدم اضافی ہے۔ روشن کرنے سے مراد
عدم اضافی کو وجودِ اضافی عطا کرنا ہے۔

نے کہ زلف در ہمہ آئینہ با خود آمدہ بدید نے صورت تو
نہیں نہیں اپنے لطف سے تمام آئینوں میں خود تو ظاہر ہوا ہے نہ کہ تیری صورت۔
دوسرے شعر کا مطلب یہ ہے کہ صفت تو ذات کا ظہور ہوتی ہے، لہذا کائنات ذاتِ قدم
ہی کا پرتو ہے جس سے ذات کا ظہور ہو رہا ہے۔

ذرات جہاں ائینہ با سخت زروئے خود بہ ہر یک عکس انداخت

ذرات جہاں سے کئی آئینے بنائے اپنے چہرے سے ہر ایک پر عکس ڈالا۔

ذرات جہاں سے مراد معلومات ہے، چہرے سے مراد وجود، یعنی کئی معلومات کو خارج میں

اپنے وجود سے موجود کیا۔

کلمہ نمبر (۳۸) مراتبِ ظہور روح

روح عالم امر سے ہے اور جسم عالم خلق سے ہے، باوجود اس کے جسم کا کوئی حصہ اس کے تدبیر و تصرف و تعلق سے خالی نہیں۔ روح جسم میں آنے کے بعد اپنے کمال کو پاتی ہے جسم میں داخل ہونے سے پہلے نہیں۔ چنانچہ سبع صفات کا حواس خمسہ ظاہری و باطنی کے جسم سے تعلق کے بغیر کماحقہ ظہور نہیں ہو سکتا ہے۔ کمالات نبوت و ولایت بھی روح کے جسم میں آنے کے بعد حاصل ہوتے ہیں۔ اسی لیے روح کو مَظِلّ بمعنی ظاہر اور جسم کو ظل بمعنی مظہر کہا جاتا ہے۔

مراتبِ ظہور روح تین ہیں۔ ایک خود میں ظہور جو کہ اس کا مظاہر سے تجرد کا مرتبہ ہے۔

دوسرا اس کا ظہور اجمالی صفات کے مظاہر میں ہے۔ یعنی قلب (تن مثالی)۔

تیسرا اس کا ظہور تفصیل صفات کے مظہر میں یعنی جسم ناسوتی میں، جو کہ اتم اور اکمل ظہور

ہے۔

اسی طرح ذات حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے تینوں مظاہر خارجی کے ساتھ معیت بے کیف رکھتا ہے، نہ کم نہ زیادہ، کیساں معیت رکھتا ہے، یعنی اپنے مرتبہ تنزیہ کے باوجود ان مظاہر خارجی میں ہر مظہر کے اقتضا کے مطابق ظہور فرماتا ہے اور ہر مظہر کے ساتھ معیت مجہول الکلیف رکھتا ہے۔

تجلی ظہوری دو قسموں پر ہیں۔ ایک عام، دوسری خاص۔

تجلی عام کو تجلی رحمانی اور تجلی خاص کو تجلی رحیمی کہتے ہیں۔

تجلی رحمانی یعنی وجود اور کمالات وجود کا فیضان تمام موجودات پر برابر ہے۔ رَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ۔

تجلی رحیمی خاص ہے، جو مومنوں اور صدیقیوں کے قلوب پر علوم عرفان کا فیضان ہے۔

کلمہ نمبر (۳۹) ہستی کہ مبرہ از حدوث است و قدم

نے کل و نہ جز است نہ بسیار نہ کم

وہ ہستی جو حدوث و قدم سے مبرہ ہے، وہ نہ کل ہے نہ جز نہ کم نہ ہے نہ زیادہ۔

خلق کی جانب وجود کی نسبت مجازی ہے۔ نہ کہ حقیقی اس سے لیے کہ وجود ذات خلق

پر زائد ہے۔

حق کی جانب وجود کی نسبت حقیقی ہے نہ کہ مجازی۔ اس لیے کہ وجودِ حق عین ذاتِ حق ہے۔ اسی طرح صفاتِ حق کا ظہور صفاتِ عبد سے ہے اور صفاتِ عبد کو قیامِ صفاتِ حق سے ہے۔

کلمہ نمبر (۴۰) اشیاء کے ساتھ سرِ معیت اور اس کی تمثیل

اشیاء کے ساتھ اللہ کی معیت کی تمثیل آئینے میں شخص دیکھنے اور دکھنے کی طرح ہے۔

تین چیزیں ہیں۔ آئینہ، شخص، عکس۔

شخص یعنی ذاتِ باری تعالیٰ، مرادِ احدیت۔

آئینہ یعنی اسماء و صفات، مرادِ وحدت۔

معلومات سے مرادِ احدیت۔

شخص آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہا ہے۔ یعنی اللہ رب العزت معلومات میں اپنے اسماء و صفات کی تجلی فرما رہے ہیں کے تحت یعنی حقائق ممکنات جو ذاتِ خلق کے باطن میں تھے، ذات کے ظہور سے وہ عکسِ امکان میں نمودار ہوئے۔

کلمہ نمبر (۴۱) دیدارِ حق

ذاتِ حق وجودِ محض اور وجودِ ہستی کو کہتے ہیں۔ رویت دیدار کو کہتے ہیں۔ بندے کا حق کو دیکھنا اور حق کا خود کو بندے کو دکھانا اگرچہ یہ دیکھنا اور دکھانا مجہول الکیفیت ہے۔ اور یہ مرتبہ غیب ہوئیت سے ظہور و تجلی و تنزل کے بغیر یہ واقع نہیں ہوگا۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا میں ہو یا آخرت میں، خواب میں ہو یا بیداری میں، تجلی و تنزل کے بغیر دیدار کی کوئی صورت نہیں ہے، کیونکہ مرتبہ صرف احدیت و غیب ہوئیت میں دیکھنا اور دکھانا دونوں نہیں ہیں۔

اثر میں مؤثر کو اور فعل میں فاعل کو اور صفت میں موصوف کو جو ذات مطلق ہے، دیکھنا ممکن ہے۔ جام جہاں نما میں لکھا ہے کہ تمام انبیاء و اولیاء کی ترقی و عروج مرتبہ الوہیت یا واحدیت تک ہے جو کہ حقیقت انسانی ہے اس کے آگے نہیں اور ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ترقی و عروج تعین اول و تجلی اول و حقیقت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مرتبہ وحدت تک ہے اس سے آگے نہیں۔ تجلی کی دو قسمیں ہیں۔ تجلی تشبیہی ظہوری، تجلی تنزیہی نوری۔

تجلی تنزیہی نوری: کوہ طور پر ہوئی۔ ﴿لَنْ تَرَانِي﴾ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾
تجلی تشبیہی ظہوری: درخت پر ہوئی اور حق نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا ﴿كَلِمَةً رَبِّهٖ﴾
﴿وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارُ﴾ ﴿وَجُوهٌ يُّومِنُ نَّاظِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ﴾

کلمہ نمبر (۴۲) اسعاد و اشقاد ہر دو صفت تو اُنتد

نیک بخت کرنا اور بد بخت کرنا حق کی صفات ازلی اور قدیم ہے۔ نیک بخت ہونا اور بد بخت ہونا عبد کی صفات اور حادث و مخلوق ہے۔ مرتبہ شہادت میں ظہور سے قبل یہ علم الہی میں متحقق تھے اس اعتبار سے غیر مخلوق ہے۔

محققین کے نزدیک ظہور حق قیام خلق میں اور قیام خلق ظہور حق میں منحصر ہے۔ دونوں ایک دوسرے کو لازم ملزوم ہے۔

کلمہ نمبر (۴۳) اَلْاٰیٰتَانِ نِصْفُهُ صَبْرٌ وَنِصْفُهُ شُكْرٌ (حدیث)۔

صبر بلاؤں، رنج، درد و تکلیف پر کیا جاتا ہے۔ اور شکر عطاءئے نعمت پر کیا جاتا ہے۔ عاشق کے حق میں ہجر و فصل بلاء ہے اور قرب و وصل نعمت، عاشق صبر و شکر میں رہتا ہے کہ اپنے یار سے وصل ہوتا ہے۔ اس پر شکر ادا کرتا ہے، عین وصل میں فصل ہے جس پر صبر کرتا ہے وصل مع الفصل، فصل مع الوصل، وحدت مع الکثرت، کثرت مع الوحده، عینیت مع الغیریت، غیریت مع العینیت سے تعبیر ہے۔

کلمہ نمبر (۴۴) در بیان سلوک

حقائق آگاہ عارفین نے سلوک کی راہ پر چلنے والوں کے لیے پانچ راستے چار منزلیں اور ایک مقام ارشاد فرمایا ہے۔

پانچ راستے: راہ شریعت، راہ طریقت، راہ حقیقت، راہ معرفت، راہ وحدت
چار منزلیں: منزل ناسوت، منزل ملکوت، منزل جبروت، منزل لاہوت
ایک مقام: مقام قرب

جسم سے اللہ رب العزت کی عبادت کا نام شریعت ہے۔

دل سے اس کی عبادت کا نام طریقت ہے۔

روح سے اس کی عبادت کا نام حقیقت ہے۔

حق سے حق کی معرفت و شناخت و رویت کا نام معرفت ہے۔

راہ شریعت: راہ شریعت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔

شریعت کا ظاہر: ارکان اسلام ہے، یعنی کلمہ، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج اور دیگر احکام مثلاً احکام نکاح وغیرہ۔

شریعت کا باطن: ذکر جلی ہے یعنی زبان سے ذکر کرنا، وہ ذکر جو شیخ متلقین کرے۔

ظاہر شریعت کو شریعتِ رسمی اور باطن شریعت کو شریعتِ عینی کہتے ہیں۔

ذکر جلی کی ابتدا میں لقلقہ یعنی زبان کا تالو سے بار بار ٹکرانا ہے اور انتہا دیوانگی کے ساتھ کرنا ہے۔ ذکر جلی کی انتہا منزل ناسوت کا اختتام ہے۔

راہ طریقت: راہ طریقت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔

طریقت کا ظاہر: تہذیب اخلاق ہے۔

دل کو اگر صاف و شفاف آئینے کی طرح بنانا ہے تو دس چیزوں کو سینے سے نکالنا ہوگا۔
(۱) حرص (۲) حسد (۳) بخل (۴) اکل حرام (۵) غیبت (۶) جھوٹ (۷) غضب (۸) تکبر
(۹) ریا (۱۰) کینہ۔

ان دس اوصاف سے متصف ہونا تہذیب اخلاق کہلاتا ہے۔ (۱) توبہ (۲) زہد (۳) توکل
(۴) قناعت (۵) خلوت (۶) ذکر (۷) توجہ (۸) مراقبہ (۹) صبر (۱۰) رضا۔

شرح گلشن راز میں تہذیب اخلاق کے معنی یوں تحریر ہے کہ بحکم حدیث ﴿تُخَلِّقُوا
بِأَخْلَاقِ اللَّهِ﴾ اخلاق حمیدہ و اوصاف حمیدہ سے متصف ہو جائے مثلاً جو دو سخاوت، نصیحت،
علم و حیا، و شفقت و وفا، دنیا سے قطع تعلقی، تقدیر و قضاء کے تعلق سے ترک اعتراض، بلا میں صبر
، نعمت میں شکر، خواہشات نفس کی پیروی نہ کرنا، خود نمائی سے اجتناب، دشمنی ظلم و جفا سے باز رہنا،
تنگ دلی کے بغیر اوامر و نواہی کی پابندی، فقر و تنگدستی کے باوجود غنا و بے نیازی کا اظہار، اخلاص و
صدق و صفا کا حامل ہونا، توکل و تسلیم و فقر و غنا پر فخر کرنا، اپنے رفیقوں کے ساتھ تواضع و فتوت
و مروت برتنا، خلوت و جلوت میں بلا خوف و رجا و سزا و جزا کے عبادت کرنا، فقراء کے حق میں
خرچ و ایثار کرنا، علماء و صلحاء سے محبت کرنا، عرفاء و اولیاء کی توقیر و تعظیم کرنا، دشمنوں کی خیر خواہی کرنا،

علم سلوک و مکاشفات و علوم باطنیہ سے واقفیت تاکہ مشاہدات میں غلطی نہ ہو اور الہامات میں خطرات رحمانی و ملکی اور خطرات نفسانی اور شیطانی کا فرق سمجھنا۔

طریقت کا باطن ذکر خفی ہے۔ یعنی ذکر قلبی جو مرشد تلقین کرے اس کی ابتداء و وسوسہ قلبی ہے اور انتہا تصفیہ قلب ہے اور یہی منزل ملکوت کا اختتام ہے۔

راہ حقیقت: راہ حقیقت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔

راہ حقیقت کا ظاہر تصور شیخ ہے۔ تصور شیخ یعنی نفس و آفاق میں صورت شیخ کا مشاہدہ کرنا اس طرح کہ اپنی ذات صفات و افعال سے فانی ہو کر شیخ سے باقی ہو جائے خواہ ریاضت کے طریق سے ہو یا عنایت کے، جیسے کہ یہ عنایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو چادر اوڑھنے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمامہ یا کلاہ پہننے سے حاصل و میسر ہوئی تھی (تصور شیخ اور مراقبہ فنا فی الشیخ)۔

راہ حقیقت کا باطن ذکر روحی ہے یعنی صفات ناقصہ میں صفات کمالیہ کا استحضار اس کی ابتداء مشاہدہ اور انتہاء تجلیہ روح ہے یہ منزل جبروت کے اعتبار سے ہے۔

راہ معرفت: راہ معرفت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔

راہ معرفت کا ظاہر تعلیم علم عرفان اور باطن ذکر سری ہے۔ علم عرفان یعنی وجود ایک ذات دو کی تحقیق و اثبات، کثرت در وحدت، وحدت در کثرت، اندراج الشی فی الشی، ہرشی مظہر اتم، ضد شی

عینِ شئی باوجود ضدیت کے، رویت مطلق، قرب مطلق، ایمان حقیقی و کفر حقیقی، مسئلہ معیت ذاتی، عینیت حقیقی غیریت حقیقی، تجدد امثال وغیرہ مسائل کو جاننا۔

راہ معرفت کا باطن ذکر سری ہے ذات عدم میں ذات قدم کو مشہود رکھنا اس کی ابتداء معائنہ اور انتہاء تخلیہ سر ہے یہ سیر منزل لاہوت ہے۔

راہ وحدت: راہ وحدت کا ایک ظاہر ہے اور ایک باطن ہے۔

راہ وحدت کا ظاہر علمی فنا و بقا ہے۔ علمی فنا و بقا یہ ہے کہ سالک کو فنایت و بقائیت کا استحضار رہے یہ وحدت کا ظاہر ہے،

راہ وحدت کا باطن حالی فنا و بقا ہے یعنی سالک کو بے خبری کی بھی بے خبری حاصل ہو جائے۔ روح قدسی، قرب فرائض یہ سب اسی کے نام ہیں۔

کلمہ نمبر (۴۵) سلوک سابق کے بیان میں

ذکر سری یعنی ذات عدم میں باوجود اس کی صفات عدمیہ ثابت ہونے کی ذات قدم کو ملحوظ رکھنا۔

ذات قدم کو ملحوظ رکھنا یعنی ذات قدم کا پر تو جو اضافاً مخلوق کو دیا گیا ہے، اسی طرح ذات قدم کو حسب اقتضاء استعداد خلق مخلوقات میں متجلی جان کر اس پر یقین کرنا ہے۔

کلمہ (۴۶) سوال و جواب پر مشتمل

حضرت ابوالفتح محمد حسینی گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ہر کوئی خدا کو جانتا ہے، لیکن پہچانتا نہیں اور خود کو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ پہچانتا ہے۔

اہل ظاہر خدا کو باعتبار تزیہہ جانتے ہیں، مگر باعتبار تشبیہ پہچانتے نہیں۔ عوام و خواص حق تعالیٰ کو بقدر استعداد جانتے ہیں مگر حق تعالیٰ جیسا خود کو جانتا ہے ویسا نہیں۔

جاننا عوام کا مرتبہ ہے اور پہچاننا خواص کا مرتبہ ہے۔

خود کو نہ کوئی جانتا ہے اور نہ پہچانتا ہے، اس لیے کہ عبد کی صفت جہل ہے وہ بذات خود یعنی خود سے خود کو نہ جان سکتا ہے اور نہ پہچان سکتا ہے۔

کلمہ نمبر (۴۷) مَنْ عَرَفَ اللَّهَ لَا يَقُولُ اللَّهُ اللَّهُ

ایک روز حضرت شبلی حضرت جنید کی مجلس میں آئے اور اللہ کہاتے حضرت جنید نے کہا کہ اگر خدا تعالیٰ غائب ہے تو غائب کا ذکر غیبت ہے اور غیبت حرام ہے۔ اور اگر حاضر ہے تو حاضر کے مشاہدے میں اس کا نام لینا ترک حرمت ہے۔ جانو کہ یاد دوری اور بُعد میں ہوتی ہے اور ذکر فراق و جدائی میں مستحسن معلوم ہوتا ہے، خدا کا بندہ جب بھی خدا کو پہچانا تو خدا سے پہچاننا کہ خود سے تو یہ حضوری ہوئی۔

ذکر آلہ ہے مشاہدے کا۔ ذکر سے مراد ذکر لسانی ہے، لہذا جب مشاہدہ حاصل ہوا تو مشاہدہ ہی ذکر ہے، لیکن جب مشاہدے کی کیفیت ختم ہوگئی تو پھر ذکر لسانی ہے مشاہدہ حاصل کرنے کے لیے یہاں تک کہ دائمی طور پر مشاہدہ حاصل ہو جائے۔

کلمہ نمبر (۴۸) فَهُوَ عَيْنٌ كُلِّ شَيْءٍ فِي الظُّهُورِ وَمَا هُوَ عَيْنٌ

الْأَشْيَاءِ فِي ذَوَاتِهَا

حضرت ابوالفتح محمد حسینی گیسودار فرماتے ہیں ﴿فَهُوَ عَيْنٌ كُلِّ شَيْءٍ فِي الظُّهُورِ وَمَا هُوَ عَيْنٌ الْأَشْيَاءِ فِي ذَوَاتِهَا﴾ یعنی کبھی عاشق عین معشوق ہوتا ہے اور کبھی معشوق کا نہ عین ہوتا ہے اور نہ اس کا غیر۔

عاشق عین معشوق ہوتا ہے یعنی محویت کی حالت میں کہ وجود ایک میں فنا ہو جاتا ہے۔ نہ عین ہوتا ہے اور نہ غیر یعنی صحویت کے حالت میں کہ وجود ایک اور ذات دو کے اعتبار کو ملحوظ رکھتا ہے۔

کلمہ نمبر (۴۹) بیان وحدت

اعیان ثابتہ اور خارج میں موجود اشیاء کے درمیان عینیت حقیقی اور غیریت اعتباری ہیں۔ ﴿قَالَ اللَّهُ تَعَالَى كُنْ فَيَكُونُ﴾ اس آیت میں اگر کن کا مخاطب موجود ہے تو تحصیل حاصل ہے۔ اور اگر معدوم محض ہے تو وہ خطاب کے لائق نہیں۔ لہذا خطاب اس پر ہوا جو معدوم

اور موجود دونوں ہیں، یعنی موجودِ علمی جس کو خارج میں وجود نہیں اور معدوم اضافی جو خطاب کے لائق ہے۔

الحاصل موجود علمی سے خطاب ہوا کہ موجود خارجی ہو جا۔ لہذا اعیان ثابتہ خارج میں آئے۔

اعیان ثابتہ اصالتاً اور حقیقتاً اشیاء خارجیہ کے عین ہیں۔ اعیان ثابتہ اور اشیاء خارجیہ میں باعتبار مراتب غیریت اور بحیثیت ذات و حقیقت عینیت ثابت ہے۔ (مراتب یعنی اطلاق و تقييد، قدم و حدوث)

فیض اقدس سے اعیان ثابتہ علم حق میں اپنی قابلیتِ اصلیہ کو حاصل کرتے ہیں۔ اور فیض مقدس سے وہ اعیان خارج میں اپنے لوازمات کے ساتھ ظہور پاتے ہیں۔

معلومات حق جو کہ ماہیات خلق ہے مرتبہ غیبِ ہویت میں مستجن تھے اور تعینِ اول (وحدت) میں ثبوت و تحقق رکھتے تھے۔ لیکن تمیز علمی نہیں پائے تھے تعینِ ثانی یعنی واحدیت میں تمیز علمی پائے اور علم حق میں تفصیلاً آئے۔ یعنی ممکنات کی ذات و ماہیات اپنی ذاتی قابلیت و استعدادِ اصلی کے ساتھ علم حق میں معلوم ہے، یہی معنی ہے فیض اقدس کے۔

ذاتی قابلیت و استعدادِ اصلی کے ساتھ علم میں آئے لہذا جبر کا الزام اللہ رب العزت پر لازم نہیں آتا کہ اس نے کسی کو مسلمان بنایا، یا کسی کو ہندو وغیرہ۔ یہ سوال نہیں اٹھے گا کیونکہ یہ

قابلیاتِ ذاتیہ مخلوق کی ہیں جس کے ساتھ وہ علم میں آئی اور وہی اعیانِ ثابتہ اعیانِ خارجیہ میں اصالتاً اور حقیقتاً ظہور کیے ہوئے ہے، اور اپنے مظاہر کے عین حقیقی ہے اس صورت میں عذاب و ثواب جو مظاہر کو لاحق ہوتا ہے، خود حقائقِ عالم ہی اس کو مظاہر کے واسطے سے ادراک کرتے ہیں

-

حق تعالیٰ کا علم حضوری ہے نہ کہ حصولی۔ ورنہ حصولی کی صورت میں حق تعالیٰ کے علم پر سبقتِ جہل یعنی سابق میں جہل لازم آئے گا۔

اعیانِ ثابتہ کے لیے خارج میں ظہور کا لفظ صحیح ہے نہ کہ خروج و فصول کا کیونکہ خروج و فصول میں جدائی اور نکل کر ختم ہو جانے کے معنی پائے جاتے ہیں۔ ﴿الْأَعْيَانُ مَا شَبَّتْ رَائِحَةُ الْوُجُودِ﴾ یعنی اعیانِ ثابتہ وجود کی بوتل نہیں سونگھے کا مطلب یہ ہے کہ اعیان نہ خارج میں بالذات موجود ہے نہ علم میں۔ بلکہ حق تعالیٰ نے ان کو علم میں وجود علمی کے ذریعے اور خارج میں وجود خارجی کے ذریعے وجود بخشی کی ہے۔

جاننا چاہیے کہ حق تعالیٰ اپنے وجوب ذاتی والوہیت حقیقی کے باوجود تنزل معنوی کے ذریعے صورت ممکن میں ظہور فرما کر واجب ممکن نما بن گیا ہے۔

پس اعیانِ ثابتہ اپنے مکانِ اصلی اور ذاتِ عدمیت میں ہونے کے باوجود حق تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ و صنعتِ شاملہ سے اپنے مظاہر خارجی میں اصالتاً اور حقیقتاً ظہور فرمائے ہیں تو کیا تعجب ہے۔

پس مکرر جاننا چاہیے کہ اعیانِ ثابتہ علم میں ہو یا خارج میں فیضِ وجود ربانی کے اعتبار سے موجود ہے اور عدم اضافی امکانی کے اعتبار سے غیب میں ہو یا شہادت میں معدوم ہے۔

اشیائے خارجیہ اعیانِ ثابتہ کے مظاہر آثار اور احکام ہیں۔ اعیانِ ثابتہ کا پہلا مظہر نفسِ ناطقہ ہے یعنی روح ہے جو کہ جسمِ ناسوتی میں مدبر و متصرف ہے لہذا روح انسانی اپنے عالم میں غیر مکلف ہے اور جسمِ ناسوتی میں تدبر و تصرف کے وقت مکلف ہے۔

کلمہ نمبر (۵۰) دقیقہ تجدداً مثال کی باریکیوں کا حل بحیثیت رفع مشکلات و اعتراضات

حق تعالیٰ کی دو شان ہیں جلال اور جمال۔

جلال کو مرتبہ تنزیہ کہتے ہیں یہ مخلوقات کی فنا کا تقاضہ کرتا ہے۔

جمال کو مرتبہ تشبیہ کہتے ہیں یہ مخلوقات کی بقاء کا تقاضہ کرتا ہے۔

تجدد سے مراد اصطلاحی فنا و بقاء ہے نہ کہ لغوی۔ اسکو وجود و عدم بھی کہا جاتا ہے۔

تمام عالم ہر لمحہ نئے لباس میں ظاہر ہو رہا ہیں۔ مرتبہ جلال ہر لمحہ اس کو فنا کر دیتا ہے اور مرتبہ جمال اسی لمحے تعینات عالم کے لباس میں ظاہر ہو جاتا ہے۔

اس ظہور و بطون کو اصطلاح صوفیاء کے مطابق حشر و نشر بھی کہتے ہیں۔

حشر بمعنی جمع ہونا یعنی کثرت سے وحدت کی طرف جانا۔

نشر بمعنی پھیلنا یعنی وحدت سے کثرت کی طرف جانا۔

ظہور و بروز، تجلی و تلبس، بطون و تکوّن، تجرد و انقلاص یہ صفات وجود حق کی ہیں۔

موجودیت و انعدام، فنا و بقاء، مرگ و رجعت، حدوث و نیستی یہ صفات عبد کی ہیں۔ اور عبد کی انہیں صفات کو تجد و امثال کہتے ہیں اسی لیے نئے پیدائش میں پیدا کرنے والا وجود حق ہے کیوں کہ وہ بدلیع ہے، بدلیع کے معنی ہے بغیر سابق نمونہ کے نئی پیدائش کرنے والا۔ اور حادث یعنی نوپید شدہ وجود عالم ہیں۔ نیز تجد تعینات خارجی پر ہوتا ہے نہ کہ اعیان ثابتہ پر کیونکہ حقیقت کو تبدیل نہیں اور تجلی کو تکرار نہیں۔ صوفیاء کے نزدیک حق خود کے حقیقی وجود سے موجود ہے اور ذوات ممکنات حق کے وجود سے موجود ہیں۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ وجود کو تجد نہیں بلکہ جو حق کے وجود سے موجود ہوئے ہیں ان کو تجد ہیں۔ جیسے صورت اور سایہ۔ سایہ کم زیادہ ہوتا ہے اس سے صورت کو فرق نہیں پڑتا ہے۔

حق کے وجود کے ارادہ کا تعلق عالم کے وجود کے ساتھ حادث ہے جیسا کہ متکلمین کے نزدیک علم و قدرت حق تعالیٰ کی صفات قدیمہ ہیں مگر ان کے متعلقات حادث ہیں۔

شیونات میں سے ہر شان، صفات میں سے ہر صفت، اسماء میں سے ہر اسم ان کا وجود چونکہ ذات سے ہیں اس حیثیت سے وہ تمام عین ذات ہیں۔ یعنی اس کے تمام شیونات شان واحد میں اور تمام صفات صفت واحد میں اور تمام اسماء اسم واحد میں ہیں۔ اسی قاعدہ کی بنیاد پر جو کچھ مظہر میں ہیں وہ مظہر میں بھی ہونا چاہیے ورنہ نقص مظہر لازم آئے گا۔ لہذا ہر شیئی تمام شیونات اور تمام صفات کا مظہر ہیں۔ پس کل شیئی میں کل شیئی، ہر شیئی مظہر اتم، ہر شیئی مطلق سے یہی مراد ہے۔

کلمہ نمبر (۵۱) موت و حیات صوری و معنوی

موت و حیات کی تین قسمیں ہیں۔

موت معنوی جس کو فنا کہتے ہیں۔ ہر آن جاری ہے۔

حیات معنوی جس کو بقاء کہتے ہیں۔ ہر آن مل رہی ہے۔ ﴿كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ﴾ (سورہ رحمٰن آیت ۲۹) یعنی ہر آن وہ ایک تجلی میں ہے۔ (آن لمحہ سے بھی کم وقفہ کو کہتے ہیں)

﴿أَفَعَيُّنَا بِالْخَلْقِ الْأَوَّلِ بَلْ هُمْ فِي لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِيدٍ﴾ (سورہ ق آیت نمبر ۱۵) یعنی کیا ہم تھک گئے پہلی مرتبہ بنا کر بلکہ انہیں دھوکہ ہو رہا ہے خلق جدید ہیں۔

موت اختیاری یعنی اوصاف رذیلہ کو ختم کرنا۔

حیات اختیاری یعنی اوصاف حمیدہ اختیار کر لینا۔

حدیث: ﴿مُوتُوا قَبْلَ أَنْ تَمُوتُوا﴾ یعنی موت سے پہلے موت اختیار کرو۔

موت اضطراری یعنی روح کا جسم سے بے تعلق ہو جانا اس کو موت طبعی بھی کہتے ہیں۔

حیات اضطراری یعنی جنت اور جہنم میں جو زندگی عطا کی جائے گی۔ اس کو حیات ابدی بھی کہتے ہیں۔ نیز برزخی حیات جو قبر میں ملے گی اسی کی ایک صورت ہے۔

دلیل: ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ وَإِنَّمَا تُوَفَّوْنَ أُجُورَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَمَن زُحِرَ عَنِ النَّارِ وَأُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا مَتَاعُ الْغُرُورِ﴾ (سورہ آل عمران ۱۸۵) یعنی ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور تم سب کو (تمہارے اعمال کے) پورے پورے بدلے قیامت ہی کے دن ملیں گے۔ پھر جس کسی کو دوزخ سے دور ہٹا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا وہ صحیح معنی میں کامیاب ہو گیا، اور یہ دنیوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔

﴿كَيْفَ تَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَكُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ﴾ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۸) تم کیوں کرا نکار کرتے ہو

اللہ کا، تھے تم مردہ کیا تم کو زندہ، پھر تم کو موت دے گا، پھر تم کو زندہ کرے گا پھر تم اسی کی طرف لوٹ کر جاؤں گے۔

اس آیت میں دو موت اور دو حیات کا ذکر ہیں دو موت سے مراد موت معنوی اور موت اضطراری ہیں اور دو حیات سے مراد حیات معنوی اور حیات اضطراری ہیں۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

یہ کتاب جامی دکن شاہ کمال ثانیؒ کی مشہور و معروف شاہکارِ زمانہ تصنیف ”کلمات کمالیہ“ کی تلخیص ہے۔ حضرت شاہ کمال اکابر صوفیاء میں سے ہیں۔ حضرت نے کلمات کمالیہ میں مسائلِ تصوف پر محققانہ انداز میں تعلیم پیش فرمائی ہیں۔ مگر گردشِ ایام کی وجہ سے اس سے استفادہ مشکل تر ہوتا جا رہا ہے، اسی لئے میرے شیخ محترم کے حکم اور برادرانِ طریق حضرت جمالی شاہ صاحب و حضرت منصور احمد صدیقی صاحب کی تائید اور حضرت شاہ میر رابع صاحب کی اجازت سے یہ تلخیص پیش کی گئی ہے۔ جس میں حتی الوسعت حضرت شاہ کمال ثانیؒ کے بیان کئے گئے کلمات کا خلاصہ دورِ حاضر کے اشخاص کے فہم کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اس لکھنے کو قبول فرمائے، اور اس میں جو بھی لفظی، معنوی غلطی ہوئی ہو اسے اپنے فضل و کرم اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ طفیل معاف فرمائے۔

حضورِ شاہ ثانی

ہماری مطبوعات

- ★ ارکانِ دین
- ★ تعلیماتِ عوام اربعہ (زیر طبع)
- ★ فہمِ حضورِ یہ تلخیص کلمات کمالیہ
- ★ تذکرہ حضورِ یہ (زیر طبع)
- ★ تعلیماتِ حقیقتِ محمدیہ ﷺ (زیر طبع)
- ★ ارشادات حضورِ یہ (زیر طبع)